gs\Administrator\Desktop
Print\nOTE\NOTE2.tif
not found.

1

افسانوی اور غیر افسانوی ادب کا ارتقاء

افسانوی ادب کا ارتقاء

دنیا کی بیشتر زبانوں کی طرح اردو میں بھی نثر کا آغاز شاعری کے بعد ہوا۔ جدید تحقیق کے مطابق اردو نثر کی ابتدا آٹھویں صدی ہجری سے ہوئی اور نظم کی طرح نثر کے ابتدائی نمونے چھوٹے چھوٹے مذہبی رسالے اور صوفیا کے ملفوظات (وہ باتیں یا گفتگو جو کسی شخص سے سن کر لکھی جاتی ہیں) ہیں۔ میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم، شیخ عین الدین گنج العلم نے نثر میں کچھ مذہبی رسالے لکھے۔ مذہبی رسالے لکھنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ عام لوگ دیسی زبان جانتے تھے، اس لیے صوفیائے کرام اپنے خیالات عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے دیسی بولیوں اور زبانوں کا استعمال کرتے تھے۔ دکن میں مشہور شاعر ملاّ وجہی نے نثر میں سب رس لکھی۔ جسے اس دور کی کامیاب ادبی نثر کہا جا سکتا ہے۔ اس کی زبان بڑی عام فہم ہے۔

شمالی ہند میں اردو نثر کی ابتداء محمد شاہی عہد (۱۷۱۹۔۱۷۴۸ء) سے ہوتی ہے۔ جب ۱۷۳۱ء میں فضل علی فضلی نے ملاّ حسین واعظ کاشفی کی مشہور فارسی کتاب روضۃ الشہداء کا اردو میں آزاد ترجمہ کیا۔ اس میں کربلا کے سانحے اور امام حسینؓ اور ان کے رفقاؓ کی شہادت کا بیان ہے۔ اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ فارسی کا رواج بھی کم ہو رہا تھا۔ اس لیے فارسی اور عربی سے مذہبی، نیم مذہبی اور تصوف پر مبنی کتابیں اردو میں منتقل ہونے لگیں۔ ۱۷۷۵ء میں میر حسین عطا تحسین نے ایک فارسی داستان قصہ چہار درویش کا نوطرز مرصّع کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا۔ اٹھارویں صدی کی آخری دہائیوں میں دہلی کے مشہور عالم دین شاہ ولی اللہؒ کے تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدینؒ نے ۱۷۸۶ء میں قرآن پاک کا لفظی ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے بعد ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادرؒ نے ۱۷۹۰ء میں قرآن پاک کا وضاحتی ترجمہ کیا اس ترجمے میں وہی زبان استعمال کی ہے جو اس وقت عوام میں رائج تھی۔ اس سے کچھ پہلے نواب عیسوی خاں نے قصہ ''مہر افروز و دلبر'' کے نام سے اردو میں داستان لکھی۔ شاہ عالم ثانی نے 'عجائب القصص' کے نام سے ایک داستان ۹۳-۱۷۹۲ء

جدید: نیا
تحقیق: چھان بین

صوفیا: صوفی کی جمع۔ وہ شخص جو دنیاوی مکروفریب سے دل کو پاک رکھے اور ہر وقت خدا کو یاد کیا کرے۔ غیر حق سے دل کو پاک رکھنے والا

تصوف: ایک علم یا طریقہ جو بندے کو خدا تک پہنچانے کا ذریعہ اور راستہ ہے۔

gs\Administrator\Desktop\ Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

میں عام فہم زبان میں لکھی ایسی زبان جو قلعہ معلیٰ میں عام طور پر بولی جاتی تھی۔

آیئے اب افسانوی ادب کا جائزہ لیں۔ افسانوی ادب میں داستان، ناول اور افسانے شامل ہیں۔

داستان

۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا جس میں نئے آنے والے انگریزوں کو ہندوستان کی کئی زبانیں سکھانے کا انتظام تھا۔ ان زبانوں میں اردو کو بہت اہمیت حاصل تھی کیونکہ اردو ہی وہ زبان تھی جو ملک کے بہت سے حصوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھی انگریز اسے عام طور سے ہندوستانی کہتے تھے اور اسی کو یہاں کی عام زبان قرار دیتے تھے۔ اس کالج میں اہم رول ادا کرنے والے ڈاکٹر جان گلکرسٹ جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے وہ ۱۷۸۳ء میں ہندوستان پہنچے ان کو ہندوستانی زبان سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور انہوں نے قواعد لغت اور بول چال کی زبان پر انگریزی اور اردو میں کئی کتابیں لکھیں۔ فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر گلکرسٹ شعبہ ہندوستانی کے نگراں مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر گلکرسٹ نے دیکھا کہ اردو میں شاعری کے مقابلہ میں نثر بہت کم ہے جو نثری کتابیں ہیں ان میں بیشتر مذہبی ہیں جن سے اردو زبان کی تعلیم نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لیے انہوں نے فارسی اور سنسکرت وغیرہ سے ترجمہ کرانے کے لیے تصنیف و تالیف کا شعبہ قائم کیا اور اس کے لیے جن اردو، ہندی ادیبوں کو باقاعدہ ملازم رکھا گیا ان میں میرامن، میر بہادر علی حسینی، حیدر بخش حیدری، تارنی چرن، میر شیر علی افسوس، مرزا علی لطف، مظہر علی خاں ملاّ، کاظم علی جوان، نہال حیدر لاہوری، بنی نرائن جہاں اور للولال جی کے نام نمایاں ہیں۔ فورٹ ولیم کالج میں ادیبوں سے بیشتر ایسی کتابیں لکھوائی گئیں جو عام دلچسپی کی داستانیں یعنی اصلاحی، اخلاقی تاریخی اور تعلیمی موضوعات پر مبنی تھیں۔ ان کتابوں کی زبان انتہائی سیدھی سادی تھی۔ گلکرسٹ کی کوشش تھی ہندوستانی شعبہ اور ہندوستانی زبان (اردو) ہر اعتبار سے ترقی کرے اس کا ادب بھی ترقی یافتہ زبانوں کے ادب کی طرح ممتاز درجہ حاصل کرے اور خاص و عام میں مقبول ہوجائے۔ فورٹ ولیم کالج کی کتابوں میں میرامن کی کتاب باغ و بہار کو سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ فورٹ ولیم کالج کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی اردو نثر میں کتابیں لکھی جارہی تھیں۔ انشاءاللہ خاں انشا نے اردو میں ایک کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کے نام سے لکھی جس میں فارسی یا عربی کے الفاظ استعمال نہیں کئے۔ لکھنؤ میں رجب علی بیگ سرور نے ۱۸۲۴ء میں فسانہ عجائب لکھی۔ یہ کتاب رنگین اور مقفّٰی نثر میں ہے۔

تالیف: دو چیزوں کو باہم ملانا یا جمع کرنا

موضوعات: موضوع کی جمع

اسی زمانے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مشہور شاعر مرزا غالبؔ نے اپنے عزیزوں، دوستوں اور شاگردوں کو اردو میں خط لکھنے شروع کیے۔ ان خطوط کی سادگی، ظرافت اور شگفتگی کا جواب نہیں، غالبؔ ایک انقلابی مزاج رکھتے تھے۔ انہوں نے خط و کتابت کے تمام قاعدوں سے گریز کیا۔ خطوط میں دل کی باتیں لکھیں اور بے تکلف طرز تحریر ایجاد کیا۔ اسی عہد میں غالبؔ کے ایک عزیز خواجہ امان نے بھی فارسی کی مشہور داستان بوستانِ خیال کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس دور کے نثر لکھنے والوں میں غلام

gs\Administrator\Desktop Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

امام شہید اور غلام غوث بے خبر کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں۔

ناول

ناول انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی انوکھے اور عجیب یا نرالے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزی کے اثر سے ناول اردو میں آیا۔ لیکن اردو نثر کی تاریخ میں داستانوں کا دور ختم ہونے کے بعد بیسویں صدی تک کے زمانے میں، سورج پور کی کہانی، سبودھی کھودھی، داستان جمیلہ خاتون اور خط تقدیر کے علاوہ کہانیوں کے ایک مجموعے مراۃ النساء کی موجودگی یہ ثابت کر دیتی ہے کہ ناول اردو ادب میں بہت پہلے سے موجود ہے۔ پھر ڈپٹی نذیر احمد کے ناول اردو ادب میں اپنی افادیت اور اہمیت رکھتے ہیں۔ نذیر احمد نے اپنے ناولوں کو سماج میں پھیلی برائیاں دور کرنے کا ذریعہ بنایا۔ ان کا مقصد قوم کی ذہنی اور معاشی پستی کو دور کرنا تھا۔ ان کا ناول فنی اعتبار سے قدرے کمزور سہی مگر یہ سچ ہے کہ انہوں نے اپنے ناولوں کے ذریعے اردو نثر کو نیا انداز بخشا ہے۔ دلّی اور خاص طور سے عورتوں کی زبان پر انہیں قدرت حاصل تھی۔

اردو ناول نگاری میں ڈپٹی نذیر احمد کے بعد دوسرا اہم نام پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ہے۔ یہ لکھنو کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بڑے عرصے تک ''اودھ اخبار'' کی ادارت کی اور'فسانہ آزاد، جام سرشار، سیر کہسار، کامنی بچھڑی دلہن، پی کہاں، کڑم دھم اور خدائی فوجداری جیسی مشہور کتابیں لکھیں۔ ''فسانۂ آزاد'' تو سرشار کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس میں لکھنوی تہذیب اور وہاں کی روزمرہ زندگی کی بڑی جاندار عکّاسی کی گئی ہے۔ سرشار کا یہ طویل افسانہ صرف لکھنوی تہذیب کا نمائندہ نہیں بلکہ داستان اور ناول کے درمیان کی ایک اہم کڑی ہے۔

اسی زمانے کے دوسرے اہم ناول نگار عبدالحلیم شرر ہیں۔ شرؔر کا تعلق بھی لکھنؤ سے ہے۔ لیکن انہوں نے عمر کا ابتدائی زمانہ کلکتہ میں بسر کیا۔ بیس سال کی عمر میں لکھنؤ واپس آئے۔ شرر نے بے انتہا لکھا۔ ان کی کتابوں کی تعداد تقریباً 102 بتائی جاتی ہے اور اس میں زیادہ تر ناول ہیں۔ ''فردوس بریں' ایام عرب، حُسن کا ڈاکو، منصور موہنا، فتح اندلس، ملک العزیز ورجنا اور بینا باز ار وغیرہ مشہور ناول ہیں۔ ''ملک العزیز ورجنا'' ان کا پہلا ناول ہے جو 1888ء میں لکھا گیا۔ شرر کے ناولوں کے موضوعات زیادہ تر تاریخی ہیں۔ انہوں نے بنکم چندر چٹرجی کے ناول ''درگیش نندی'' کا ترجمہ بھی اردو میں کیا۔

عبدالحلیم شرؔر کے بعد ناول نگاری کا جو دور شروع ہوا اس میں مرزا محمد ہادی رسوا، محمد سعید اور منشی سجاد حسین وغیرہ اہم نام ہیں۔ مرزا ہادی رسوا کا ''امراؤ جان ادا'' 1899ء میں لکھا گیا جو مرزا کا شاہکار رہے۔ مرزا رسوا نے اس ناول میں ناول کے فن کا پورا خیال رکھا ہے۔ لکھنؤ کے ایک خاص طبقے اور لکھنؤ کے تہذیبی زوال کی تصویر کشی رسوا نے بڑی فن کاری سے کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے ''ذات شریف'' اختری بیگم، شریف زادہ اور ''افشائے راز'' جیسی کتابیں لکھیں لیکن وہ شہرت نہ ملی جو''امراؤ جان ادا'' کے حصّہ میں میں آئی۔

gs\Administrator\Desktop\ Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

منشی سجاد حسین کے ناول ''طرح دار لونڈی''، ''حاجی بغلول، احمق الذی'' ریاض خیرآبادی کا ''دل ناشاد'' اور قاری سرفراز حسین کا ''شاہد رعنا'' بھی اس دور کے اہم ناول ہیں۔ جن میں زبان و بیان کے دلکش نمونے بھی ملتے ہیں اور ناول کی فنی خوبیاں بھی کم و بیش موجود ہیں۔ راشد الخیری نے بہت سے ناول لکھے جن کا موضوع گھریلو خواتین اور ان کے مسائل ہیں۔ راشد الخیری بھی اچھی نثر لکھتے تھے۔ لیکن ان کے یہاں دکھ اور غم کے سائے گہرے ہیں۔ ان کے ناولوں کے نام ''صبح زندگی، شام زندگی'' وغیرہ بھی اسی تاثر کو پیش کرتے ہیں۔

انیسویں صدی میں اردو نثر کا افسانوی ادب ترقی کر چکا تھا۔ بدلتے ہوئے سیاسی حالات اور صنعتی ترقیوں نے اردو نثر کے میدان کو بھی بہت وسیع کیا اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور تک پہنچتے پہنچتے اردو نثر میں نہ صرف کہانی، ناول اور افسانے نے ترقی کی بلکہ تحقیق، تنقید اور طنزیہ و مزاحیہ ادب کا بھی اچھا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا۔

ساری دنیا میں بیسویں صدی میں ہونے والی تبدیلیوں، سائنس اور مشینوں کی ترقیوں، قومی انقلابی اور ادبی تحریکوں کا اثر ہندوستانی عوام اور ان کے ادب پر بھی خاصا پڑا۔ پھر یہاں آزادی کی جدوجہد اور آزادی ملنے کے بعد تباہی و خون ریزی، غربت، بے روزگاری، بیماری، تعلیمی پستی، تہذیب اور روایات سے دوری، نئے اور پرانے کی کش مکش، بے اعتباری، خود غرضی، سماجی بھید بھاؤ جیسے سینکڑوں مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ اردو ناول، ڈرامے اور افسانے، نے ان مسائل کی صحیح اور سچی تصویریں پیش کیں۔ اس دور کے اردو ادیبوں نے ان مسائل سے متعلق بے شمار افسانے، ڈرامے اور ناول لکھے۔ اپنی تحریروں کے ذریعے قوم اور ملک کی بہتری اور ترقی اور انسان دوستی کے جذبات کو عام کیا۔ اس اعتبار سے ان ادیبوں اور مصنفوں میں پریم چند بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

پریم چند ترقی پسند بھی تھے گاندھی وادی بھی اور وطن دوست بھی۔ انہیں ملک، قوم اور اس کے تمام مسائل سے دلچسپی تھی۔ انہوں نے بہت سے ناول اور ڈھیروں افسانے لکھے جن میں زندگی کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی اور سچائی اور حقیقت کو آسان، سادہ اور پر اثر انداز میں پیش کیا۔ اسرار معابد، بیوہ، کشنا، نرملا، روٹھی رانی، جلوۂ ایثار، بازار حسن، گوشۂ عافیت، میدان عمل اور گئو دان وغیرہ ان کے اہم ناول ہیں۔

پیش رو: آگے چلنے والا

سجاد ظہیر کا ''لندن کی ایک رات''، کرشن چندر کے ''جب کھیت جاگے''، ''شکست''، ''ایک عوت ہزار دیوانے''، عصمت چغتائی کے ناول ضدی، معصومہ، ٹیڑھی لکیر، سودائی، عزیز احمد کا ایسی بلندی ایسی پستی گریز، خدیجہ مستور کا آنگن، قرۃ العین حیدر کا ''آگ کا دریا''، میرے بھی صنم خانے، چاندنی بیگم، گردش رنگ چمن، احسن فاروقی کا شام اودھ اور فیاض علی کا ''انور، شمیم وغیرہ ایسے ناول ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کی بھرپور عکاسی کی ہے اور ناول کے فنی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے

gs\Administrator\Desktop Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

زبان اور بیان کے بھی اچھے تجربے کیے ہیں۔

موجودہ زمانے میں بھی جو اردو ناول نگار اپنے دور کے حالات اور واقعات کو بہتر ڈھنگ سے پیش کر رہے ہیں۔ ان میں قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، آمنہ ابوالحسن، قاضی عبدالستار، جوگیندر پال وغیرہ خاص طور سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے اردو ناول کا ایک معیار قائم کیا، اس کے فن کو سنوارا اور اردو نثر کے تخلیقی حسن کو نکھارا ہے۔

افسانہ

افسانہ اردو نثر کی اہم صنف ہے۔ ظاہر میں چھوٹی سی کہانی اپنے اندر بہت وسعت اور گہرائی رکھتی ہے۔ یہ غزل کی طرح کم الفاظ میں بڑی بات بیان کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کی نمائندگی اس کے ذریعہ کی جاتی ہے اردو نثر میں افسانے کی روایت تو پریم چند سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ سجاد حیدر یلدرم، نیاز فتح پوری اور سلطان حیدر جوش نے بہت سے ترکی افسانوں کے ترجمے بھی کیے اور اردو میں افسانے لکھے بھی۔ ان کے افسانوں میں عام طور سے وہ دلکشی، رنگینی اور رومان پایا جاتا ہے جو اس دور کا تقاضا تھا۔

رفتہ رفتہ ملک اور سماج میں ہونے والی تبدیلیوں، مغربی اثرات اور ترقی پسند تحریک کے مقاصد نے اردو افسانے کو نیا رنگ روپ بخشا۔ کہانی رومان بھری فضاؤں سے نکل کر حقیقت سے قریب ہوگئی۔ منشی پریم چند نے افسانے کو مختصر بھی کیا اور زندگی کا ترجمان بھی بنا دیا۔ انہوں نے زندگی کی بے شمار چھوٹی بڑی سچائیوں، خوشیوں اور غموں کو اپنی کہانیوں کے ذریعے بیان کیا۔ ہندوستان کے دیہاتوں کی خوبصورتی، وہاں کے عوام کی سادگی، خلوص، ان کی پریشان حالی، مفلسی اور بے بسی کی بڑی واضح تصویریں پریم چند کے افسانوں میں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے ملک میں پھیلی خام خیالی، تنگ نظری، جہالت، بے جا رسم و رواج کی پابندی کے خلاف آواز اٹھائی۔ ان کے افسانے واقعات کے ترجمانی کرنے کے ساتھ ہی زبان کی سادگی، سلاست، صفائی اور جذباتی خلوص کا بھی اچھا نمونہ ہیں۔ ان کی کہانیوں کے مجموعے سوز وطن، پریم پچیسی، پریم بتیسی، واردات، خواب وخیال، خاک پروانہ، آخری تحفہ، دودھ کی قیمت اور دیہات کے افسانے کے نام سے شائع ہوئے۔

پریم چند نے اردو افسانے میں سادگی اور حقیقت نگاری کی جو روایت قائم کی اس کو آگے بڑھانے کی کوشش ان کے زمانے کے اور بھی بہت سے افسانہ نگاروں نے کی۔ علی عبّاس حسینی، اعظم کریوی، سدرشن بالی اور اوپندر ناتھ اشک تو اس سلسلے میں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

اردو کے افسانوی ادب میں سجاد ظہیر، رشید جہاں، احمد علی اور محمود الظفر کے افسانوں کا مجموعہ ''انگارے'' جو 1933 میں لکھنو سے شائع ہوا، بہت اہم ہے۔ اس کی اشاعت نے اردو ادب میں تہلکہ مچا دیا۔ ان لوگوں نے پرانی روایات، سماجی بے

gs\Administrator\Desktop\
Print\nOTE\NOTE2.tif not
found.

اعتدالیوں اور فضول رسموں کے خلاف آواز اٹھا کر اردو افسانے کو بے خوف اور بے باک اسلوب بخشا۔

کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، ممتاز مفتی، حیات اللہ انصاری، اختر حسین رائے پوری، اختر اور نیوی، خواجہ احمد عباس، غلام عباس، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، بلونت سنگھ، اشفاق احمد وغیرہ وہ افسانہ نگار ہیں جنہوں نے افسانے کے فن کو ترقی دی۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے افسانے بھی لکھے اور اچھے ڈرامے بھی۔ ان کی تحریروں میں سماجی شعور بھی ہے، انسانی جذبات کی گرمی بھی اور فن کی لطافتیں بھی۔

اردو افسانے کا سفر جاری ہے اور موجودہ دور کے ادبی، سماجی، سیاسی، تہذیبی غرض ہر طرح کے معاملات کو افسانہ نگار بہتر انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ ان میں قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، قاضی عبدالستار، جوگندر پال اور اقبال متین، احمد ندیم قاسمی وغیرہ کے نام خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے افسانے کے فن کو جس انداز سے برتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کے افسانوی ادب نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کر لی ہیں۔ موضوعات کی جدت، بیان کی شگفتگی، خیال کی ندرت اور فن کی جو لطافت اس دور کے افسانے میں پائی جاتی ہے وہ افسانے کے فن کی بقا اور اردو نثر کی ترقی کا پتا دیتی ہے۔

غیر افسانوی ادب کا تعارف

غیر افسانوی ادب میں تذکرہ نگاری، تحقیق وتنقید، مکاتب، مضمون نگاری، صحافت، طنز ومزاح، آپ بیتی، خاکہ نگاری، انشائیہ، رپورتاژ اور سفرنامے شامل ہیں۔ **آیئے اب غیر افسانوی ادب کا جائزہ لیں۔**

تذکرہ نگاری

اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز فارسی کے زیر اثر اٹھارویں صدی میں ہوا۔ اردو شعراء کا پہلا دستیاب تذکرہ میرؔ کا نکات الشعرا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۷۵۲ء ہے۔ اس وقت سے انیسویں صدی کے وسط تک بے شمار تذکرے فارسی میں لکھے گئے جن میں سے بیشتر شائع ہو چکے ہیں۔ جدید تذکرہ نگاری کی ابتداء مولانا محمد حسین آزاد کے تذکرۂ آب حیات سے ہوتی ہے۔ جو ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ آب حیات تاریخ اور تذکروں کی درمیانی کڑی ہے۔

آب حیات سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ان میں شاعر کا نام، تخلص، استاد کا نام، سکونت وغیرہ کا ذکر کر کے کلام پر ایک دو جملوں میں تبصرہ جسے ہم تنقید کے ابتدائی نقوش کہہ سکتے ہیں اور چند اشعار کا انتخاب آب حیات میں نہ صرف یہ شعرا کے حالات زندگی اور دلچسپ اہم واقعات، کلام کا انتخاب اور شگفتہ انداز میں کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ آب حیات کے بعد جو

gs\Administrator\Desktop
Print\nOTE\NOTE2.tif
not found.

تذکرے سامنے آئے ہیں ان میں آثار الشعرائے ہنود سُخن شعراء، جلوہ حضر، یادگار ضیغم، آب بقا، گل رعنا، خم خانۂ جاوید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تنقید

غیر افسانوی ادب میں تنقید ادب کا ایک اہم شعبہ ہے تنقید کا مقصد ہے تخلیقات کا پرکھنا فنی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لینا۔ اور فیصلہ کرنا ہے۔ اردو تنقید کے ابتدائی نقوش تو تذکروں میں نظر آتے ہیں لیکن تنقید کا باقاعدہ آغاز مولانا الطاف حسین سے ہوتا ہے جب انہوں نے مقدمہ شعروشاعری لکھا۔ حالی صحیح معنوں میں اردو تنقید کے پیش رو ہیں حالی کے بعد ان کے ہم عصر شبلی نعمانی نے شعر العجم کے حصہ چہارم میں اردو شاعری کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ تحقیق کرنے کے لیے خلوص اور سکون کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے کم لوگ ہی اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اردو میں سرسید نے تحقیق کی طرف توجہ دی۔ ان کے بعد مولوی عبدالحق، پنڈت دتہ تریا کیفی، محمود شیرانی، حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، سید مسعود حسین رضوی ادیب، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، رشید حسن خاں، مالک رام، خلیق انجم، نثار احمد فاروقی، پروفیسر گیان چند جین نے اپنے تحقیقی کاموں سے شہرت حاصل کی۔

پیش رو۔ آگے چلنے والا

شبلی نے مشرقی انداز کی تنقید کی۔ موازنہ انیس و دبیر میں ان کا یہ تنقیدی طرز نمایاں ہو کر سامنے آیا ہے۔ شبلی کے شاگردوں میں سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی نے شبلی کی پیروی کی۔ اسی زمانے میں عبدالرحمٰن بجنوری اور نیاز فتحپوری تاثراتی تنقید نگار کی حیثیت سے سامنے آئے۔ چکبست، مولوی عبدالحق، محی الدین قادری زور، مجنوں گورکھپوری، فراق گورکھپوری، محمد اکرام، احتشام حسین، آل احمد سرور کلیم الدین احمد اور ممتاز حسین کی تحریروں نے اردو تنقید کے معیار میں اضافہ کیا۔ ان میں سے بیشتر نقادوں نے مغربی اصول تنقید کی پیروی کی اس کے باوجود شعر و ادب کی روایات اور تاریخ کو بھی ذہن میں رکھا جس کی وجہ سے ان لوگوں کی تنقید میں توازن اور اعتدال نظر آتا ہے۔ اسی دوران ایسے تنقید نگار بھی سامنے آئے جنہوں نے ترقی پسند ادب کے پس منظر میں شعر و ادب کو پرکھنے کی کوشش کی۔ اردو تنقید کے ضمن میں جن نقادوں کے نام اوپر لیے گئے ہیں ان کے علاوہ اختر حسین رائے پوری، مسعود حسین خاں، اختر، ڈاکٹر سید عبداللہ، عندلیب شادانی، محمد حسن عسکری، خورشید الاسلام، وقار عظیم، پروفیسر محمد حسن، اور شمس الرحمٰن فاروقی کے نام قابل ذکر ہیں۔

تحقیق

تنقید کے ساتھ تحقیق کا شمار غیر افسانوی ادب میں ہوتا ہے۔ تنقید اور تحقیق دونوں لازم اور ملزوم ہیں تحقیقی عمل بنیادی طور سے تجسس سے شروع ہوتا ہے کیونکہ جب ذہن میں کیوں، کیسے اور کب کے الفاظ ابھرتے ہیں تو یہی الفاظ ہمیں تلاش و جستجو میں مصروف کرتے ہیں۔ تحقیق کے لیے محنت، جاں فشانی کی اشد ضرورت پڑتی ہے۔

gs\Administrator\Desktop\ Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

مضمون نگاری

مضمون جسے انگریزی میں ایسے (Essay) کہتے ہیں کسی ایک موضوع پر اظہار خیال کا نام ہے جس میں غور وفکر کے ساتھ کسی موضوع کے تمام گوشوں کو پیش کیا جائے۔ مضمون نگاری کے لیے موضوع کی پابندی نہیں۔ کسی بھی عنوان کے تحت مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ موضوع سے متعلق مضمون نگار کے خیالات واضح ہوں۔ ان میں وسعت اور معلومات کا خزینہ ہو۔ اردو میں مضامین تعلیمی اصلاحی، اخلاقی، معاشرتی، تاریخی موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔ سر سید احمد خاں پہلے مضمون نگار ہیں جنہوں نے رسالہ تہذیب الاخلاق میں اصلاحی، اخلاقی اور تعلیمی موضوعات پر پابندی سے مضامین لکھے۔

مولانا الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ، ماسٹر رام چندر، وحید الدین سلیم، برج نرائن چکبست، مولانا محمد اسماعیل میرٹھی، عبد الحلیم شرر، شیخ عبد القادر، ابوالکلام آزاد، مولوی عبد الحق، پیارے لال شاکر، خواجہ غلام السیدین نے اردو مضمون نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔

سوانح نگاری

سوانح نگاری غیر افسانوی ادب کی ایک اہم صنف ہے۔ سوانح کے لفظ سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کسی ایک شخص کی نجی زندگی اور اس کی تاریخ پر مبنی ہے جب کہ سوانح نہ تو تاریخ ہے نہ محض حالات زندگی۔ سوانح نگاری میں کسی فرد کی زندگی کے نشیب و فراز کی روداد نفسیاتی کیفیت، سماج کے اثرات کے ساتھ ادبی چاشنی بھی ہوتی ہے۔ اردو میں باقاعدہ سوانح نگاری کا آغاز الطاف حسین حالی سے ہوتا ہے اس کے بعد شبلی دوسرے اہم سوانح نگار ہیں۔

حالی نے حیات سعدی، یادگار غالب اور سر سید کی سوانح حیات جاوید لکھی۔ شبلی نے سیرت نبویؐ، الفاروق، المامون، سوانح ابوالکلام جیسی سوانح عمریاں لکھیں۔ وحید الدین سلیم کی ایک وصت کی تکمیل اور عبد الرزاق کانپوری کی البرامکہ غلام رسول مہر کی غالب، قاضی عبد الغفار کی حکیم اجمل خاں، آثار ابوالکلام آزاد، عبد اللہ ذکر میر، سوانح نگاری کی عمدہ مثالیں ہیں۔
اس کے لیے یونیورسٹی میں لکھے جانے والے مونوگراف میں خواجہ احمد فاروقی کا میر تقی حیات شاعر، خلیق انجم کا مرزا محمد رفیع سودا اور صدیق الرحمٰن قدوائی کا ماسٹر رام چندر مونوگراف کے بہترین نمونے ہیں۔ ایسے ہی بے شمار مونوگراف یونیورسٹیوں میں لکھے گئے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں۔

gs\Administrator\Desktop
Print\nOTE\NOTE2.tif
not found.

آپ بیتی یا خودنوشت

سوانح نگاری کی طرح آپ بیتی بھی غیر افسانوی ادب کا ایک حصہ ہے۔ سوانح نگاری اور آپ بیتی میں فرق یہ ہے کہ سوانح نگاری میں زندگی کے کسی خاص شعبے سے تعلق رکھنے والی شخصیت یا ممتاز فرد کے حالات زندگی دوسرا شخص لکھتا ہے جب کہ آپ بیتی میں یہی روداد متعلقہ شخص خود بیان کرتا ہے۔ اس لیے اسے خودنوشت یا آپ بیتی کہتے ہیں۔ اردو میں ابتدائی دور میں شائع ہونے والی خودنوشت تواریخ عجیب ہے اس کا مصنف جعفر تھانیسری بیسویں صدی میں اردو کے مشہور شاعر ذوق کے شاگرد ظہیر دہلوی کی خودنوشت داستان غدر ہے خواجہ حسن نظامی نے خودنوشت ''آپ بیتی'' کے نام سے لکھی، سر رضا علی کی خود نوشت ''اعمال نامہ'' کے نام سے ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی کی خودنوشت نقش حیات، دیوان سنگھ مفتوں کی نا قابل فراموش، ڈاکٹر اعجاز حسین کی ''میری دنیا'' ڈاکٹر یوسف حسین کی ''یادوں کی دنیا'' اور جوش ملیح آبادی کی تصنیف ''یادوں کی بارات'' اردو میں لکھی جانے والی معروف ومقبول خودنوشت ہیں۔

صحافت

اردو میں اخبار نویسی یا صحافت کی ابتداء آج سے ۱۷۸ سال پہلے ۱۸۲۲ء سے ہوتی ہے جب لالہ سدا سکھ نے اخبار جام جہاں نما شائع کیا۔ یہ اخبار فارسی میں شائع ہوتا تھا۔ اس کا کچھ حصہ اردو میں تھا۔ جو اردو صحافت کا اولین نمونہ ہے اردو کا پہلا مکمل اخبار مولانا محمد حسین کے دادا مولانا محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں دہلی سے جاری کیا اس میں عملی ادبی اور تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اردو صحافت نے زمانے کے بہت سے نشیب وفراز دیکھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء سے ہندوستان کی آزادی تک ملک گیر پیمانے پر آزادی اور قومی اتحاد کے لیے جدوجہد کا سہرا اردو صحافت کے سر ہے۔ غدر کے بعد انگریزوں کی مخالفت اور جہاد آزادی اور حق کی راہ میں جان دینے والے پہلے اردو صحافی مولوی محمد باقر ہی تھے۔ بیشتر اردو اخبارات ہی کے مالکان اور مدیران سب سے زیادہ سامراج کے ظلم وستم کا نشانہ بنے قید وبند کی صعوبتیں سہیں۔ پریس اور ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ مولانا حسرت موہانی اردو کے پہلے صحافی ہیں جنہیں قید کیا گیا اور پریس ضبط ہوا۔

اردو کا دوسرا اخبار سید الاخبار تھا جسے سرسید کے بھائی سید محمد نے دہلی سے جاری کیا تھا۔ اردو صحافت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دہلی اخبار سے آج کے روزنامہ قومی آواز (۲۰۰۰ء) تک بے شمار اردو روزنامے ہفتہ وار، پندرہ روزہ، مہینہ وار اخبارات اور ماہانہ شائع ہوئے جو ہندوستان کے بیشتر مقامات سے شائع ہوتے تھے۔ اپنے دور کا اہم ترین اخبار ''اودھ

gs\Administrator\Desktop\ Print\nOTE\NOTE2.tif not found.

اخبار'' لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ سرسید کا تہذیب الاخلاق مولانا حسرت موہانی کا اردوے معلیٰ، مفتی سجاد حسین کا اودھ پنچ، مولانا ابوالکلام آزاد کا الہلال اور البلاغ مولانا ظفر علی خاں کا زمیندار مولانا محمد علی کا ہمدرد اور لالہ لاجپت رائے کا بندے ماترم اور مدینہ اخبار نے اردو صحافت کے فروغ اور مقبولیت میں اہم رول ادا کیا۔

انشائیہ

انشائیہ مضمون نگاری کی ایک قسم ہے۔ انشائیہ میں عام طور پر انتہائی اہم اور سنجیدہ خیالات کو لطیف انداز میں قدرے تخیل آمیزی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ پان بیشتر لوگ کھاتے ہیں۔ لیکن سادہ پان کو اگر قوام کے ساتھ چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھایا جائے تو اس کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال انشائیہ کے ساتھ ہے۔ انشائیہ میں مصنف کی داخلی شخصیت کے ساتھ ساتھ خارجی یا بیرونی اثرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ انشائیہ دراصل داخلی اور خارجی کیفیت یا اثرات کا آزاد بیان ہے۔ اردو میں انشائیہ کے ابتدائی نمونے مولانا محمد حسین آزاد کی مشہور تصنیف آب حیات میں نظر آتے ہیں۔ میر ناصر علی، سجّاد حیدر یلدرم، عبدالحلیم شرر، خواجہ حسن نظامی فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، سجاد انصاری، ڈاکٹر جاوید، اور رام لال نابھوی اردو کے معروف انشائیہ نگار ہیں۔

طنز و مزاح

اردو میں طنز و مزاح کی روایت بہت قدیم ہے طنز و مزاح کے واضح نقوش اردو کی معروف صنف سخن ہجویات میں نظر آتے ہیں۔ اردو میں شخصی ہجو بھی لکھی گئی ہیں اور شہر آشوب بھی شخصی ہجو میں طنز کے نشتر بھی ہوتے ہیں اور بعض اوقات رکیک جملے بھی کہے جاتے ہیں۔ شہر آشوب میں معاشرے کی بدحالی پر تیکھا طنز نظر آتا ہے۔ ظرافت کا اعلیٰ معیار غالب نے قائم کیا۔ غالب نے اپنے خطوط میں شگفتگی اور شوخی کے جو نمونے پیش کئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ غالب کے بعد مزاحیہ نگاری کا فروغ ۱۸۷۷ء اخبار اودھ پنچ لکھنؤ سے ہوا ہے۔ ایڈیٹر منشی سجاد حسین تھے جو خود بھی مزاح نگار تھے۔ اس میں مضامین لکھنے والے اکثر معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی کمزوریوں کا مذاق اڑا کر ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں بتا دیتے ہیں۔

بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے اردو میں طنز و مزاح کی مضبوط روایت قائم ہوگئی۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار، سید محفوظ علی بدایونی، فرحت اللہ بیگ، عظیم بیگ چغتائی، پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی، شوکت تھانوی، کنہیا لال کپور، فرحت کاکوری، فکر تونسوی، احمد جمال پاشا، بھارت چند کھنہ، مجتبیٰ حسین، یوسف ناظم، نریندر لوتھرا اور دلیپ سنگھ نے طنز و مزاح کے کامیاب نمونے پیش کئے ہیں۔ طنز و مزاح صرف اردو نثر میں ہی نہیں نظم میں بھی ہے۔

gs\Administrator\Desktop
Print\nOTE\NOTE2.tif
not found.

مکتوب نگاری

مکتوب نگاری یا خطوط نگاری بھی غیر افسانوی ادب کی ایک صنف ہے اردو میں مکتوب نگاری کی ابتداء غالب سے ہوتی ہے۔ غالب سے پہلے بھی ایک دو ادیبوں اور شاعروں نے خط لکھے تھے لیکن ان کی زبان فارسی آمیز اور القاب وآداب میں انتہائی تکلف برتا گیا تھا۔ جو صرف ذاتی حالات یا مراسم تک محدود تھا۔ اور ان خطوط میں عام قاری کی دلچسپی یا معلومات کا سامان نہیں تھا۔ غالب ہی ایسے پہلے مکتوب نگار ہیں جن کے خطوط عام قاری کو دلچسپی اور ایسی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جو اس دور کی تحریروں میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ غالب کے خطوط کی بے تکلف فضا اور انداز تحریر متعدد ادیبوں نے اپنانا چاہا۔ لیکن غالب کی سی بات اور کیفیت پیدا نہ ہوسکی۔ خطوط کے لیے کہا جاتا ہے کہ خطوں میں ہمارے لیے وہی کشش ہوتی ہے جو ہمارے لیے ہمارے دوستوں میں ہوتی ہے۔ خطوط ذاتی یا نجی ہوتے ہیں لیکن جب نجی باتوں میں رنگارنگی دلچسپی اور تنوع پیدا ہوجاتے ہیں تو یہ دوسروں کے لیے پرکشش ہوتے ہیں ایک اچھے خط میں یہی شخص وہ نظر آتا ہے جو ظاہری روپ میں ویسا نہیں ہوتا۔ اس لیے شخصیات کا مطالعہ کرنے والے آپ بیتی کے ساتھ ساتھ خطوط کا بھی خصوصی مطالعہ کرتے ہیں۔

غالب کے بعد سرسید، حالی، شبلی، اکبرالہ آبادی، مہندی حسن، رشید احمد صدیقی وغیرہ کے خطوط کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔

خاکہ نگاری

خاکہ نگاری سوانح اور آپ بیتی کی ملی جلی کیفیت ہے خاکہ میں کسی شخص کی زندگی کی ایسی جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں جس سے اس کی شخصیت یا سیرت نمایاں ہوجاتی ہے۔ اور اس شخص کی رفتار و گفتار، طرز زندگی اور عام رویے کے نقوش ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کی سوانح اگر ناول ہے تو خاکہ اسی شخص کا افسانہ ہے۔ جس طرح افسانہ میں اشاروں سے کام لیا جاتا ہے اسی طرح خاکہ میں اشارے اور کنائے کے ساتھ متعلقہ شخص کی ایسی تصویر پیش کی جاتی ہے جو بیک وقت کارٹون بھی ہوتی ہے اور پورٹریٹ بھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے جب ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی والا مضمون لکھا تھا تو انہیں احساس بھی نہیں تھا کہ وہ ڈپٹی نذیر احمد کا ایک دلچسپ اور معلومات سے بھرپور نہ صرف خاکہ لکھ رہے ہیں بلکہ خاکہ کی تعریف بھی متعین کررہے ہیں۔ ایک اچھے خاکے میں مصنف کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی بولتا ہوا نظر آتا ہے جس پر خاکہ لکھا جارہا ہے۔ یہی وصف فرحت اللہ بیگ کے مضمون میں ہے۔ آب حیات ایک ایسی کتاب ہے جس میں خاکہ نگاری کے بھی ابتدائی نمونے نظر آتے ہیں۔ اس میں انہوں نے جہاں انشااللہ خاں انشاء، اور جرأت کا ذکر کیا ہے یا اپنے استاد ذوق کا حال بیان کیا ہے خاکہ نگاری کی اچھی مثالیں ہیں۔

ہم مرزا فرحت اللہ بیگ کو اردو کا پہلا باقاعدہ خاکہ نگار کہہ سکتے ہیں ان کے بعد سید عابد حسین، مولوی عبدالحق، رشید احمد

gs\Administrator\Desktop\
Print\nOTE\NOTE2.tif not
found.

صدیقی، خواجہ حسن نظامی، سعادت حسن، عصمت چغتائی، اشرف صبوحی، شاہد احمد دہلوی، اور مجتبیٰ حسین نے اردو کے بہترین خاکے لکھے ہیں۔

رپورتاژ

رپوتاژ غیر افسانوی نثری ادب کی ایک صنف ہے رپورتاژ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی رپورٹ کے ہیں۔لیکن رپورتاژ محض رپورٹ نہیں ہوتا۔رپورتاژ صرف چشم دید واقعات پر لکھا جاتا ہے اس میں سنے سنائے واقعات نہیں ہوتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ مصنف نے واقعات کا بذات خود جائزہ لیا ہو۔ایک اچھے رپورتاژ کے لیے ضروری ہے کہ اس میں واقعات کی صداقت اور اسی کے ساتھ جذبات وتاثرات کی گہرائی اور خلوص کا ہونا بہت ضروری ہے اس لیے رپورتاژ نگار کا کسی واقعہ، حادثے، ادبی جلسے، مشاعرے، کانفرنس وغیرہ کا ذاتی طور پر دیکھنا اور اس کی صحیح تصویر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تاثرات کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے۔

اردو میں رپورتاژ کا آغاز تو بیسویں صدی میں ہوا لیکن غالب کے خطوط اور ظہیر دہلوی کی مشہور تصنیف ''داستان غدر'' میں رپورتاژ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔اردو میں رپورتاژ کا باقاعدہ آغاز ترقی پسند تحریک کے ساتھ شروع ہوتا ہے سجاد ظہیر کا رپورتاژ ''یادیں'' اردو کا پہلا مکمل رپورتاژ ہے۔ان کے بعد جن ادیبوں نے رپورتاژ لکھے ان میں کرشن چندر، ابراہیم، عادل رشید، خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، پرکاش پنڈت اور شاہد احمد دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔

آپ نے کیا سیکھا؟

......اردو نثر کا آغاز شاعری کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں ہوا۔

......اردو نثر کے ابتدائی نمونے صوفیائے کرام کے ملفوظات میں نظر آتے ہیں۔

......شمالی ہند میں اردو نثر کی ابتداء محمد شاہی عہد (۱۷۱۹—۱۷۴۸ء) سے ہوتی ہے۔

......اٹھارویں صدی عیسوی کی آخری دہائیوں میں قرآن مجید کے اردو ترجمے ہوئے۔

......۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا۔جس میں انگریزوں کو اردو سکھائی جاتی تھی۔جس کے لیے فارسی اور سنسکرت کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہوا۔

......دہلی کالج ایسا پہلا کالج ہے جس میں مغربی علوم اردو زبان میں پڑھائے جاتے تھے۔

......افسانوی ادب (فکشن) میں داستان ٗناول ٗڈرامے اور افسانے ہیں اور غیر افسانوی ادب میں تذکرہ نگاری، تحقیق وتنقید، مکتوب نگاری، مضمون نگاری، صحافت، طنز ومزاح، سوانح، آپ بیتی، خاکہ نگاری، انشائیہ، رپورتاژ اور سفرنامے شامل ہیں۔

gs\Administrator\Desktop
Print\nOTE\NOTE2.tif
not found.

......سوانح نگاری اور آپ بیتی میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ سوانح نگاری دوسرا شخص لکھتا ہے۔ اور آپ بیتی خود لکھی جاتی ہے۔

اردو میں اخبار نویسی یا صحافت کی ابتداء آج سے ۱۷۸ سال پہلے ہوئی تھی۔

......انشائیہ مضمون نگاری کی ایک قسم ہے جس میں سنجیدہ خیالات تخیل آمیزی کے ساتھ لطیف انداز میں پیش کئے جاتے ہیں جس میں مزاح کا عنصر بھی ہوتا ہے۔

1.4 اختتامی سوالات

درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھئے۔

1. اردو نثر کی ابتداء کس طرح ہوئی ؟
2. شمالی ہند میں اردو نثر کا ارتقاء کس طرح ہوا؟
3. افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب میں کیا فرق ہے؟
4. غالب نے اردو نثر میں کن اصناف کو متاثر کیا؟
5. رپورتاژ کی صنف اردو میں کہاں سے آئی اور اس سے کیا مراد ہے؟